OPEN ACCESS
Al Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219
ISSN (PRINT): 2707-1200

ARJISH, Vol: 5, Issue: 3,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjish.v5.3(21)u18.195-204
http://www.arjish.com

آزادیءاظہار رائے کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

The Islamic Concept of freedom of expression

Dr. Sajjad Ali Raeesi*
Dr. Mujeeb Rehman Abro**
Muneera Khanum***

Abstract
There is a lot of negotiation on freedom of speech. There is no doubt that man is born free. Every religion in the world is convinced of the freedom of human beings, but to what extent man has this freedom. Is man allowed to put any kind of materialism in the freedom he enjoys or is it not? Does religion, especially Islam, give freedom to man or not? This research discusses these questions. According to divine teachings, man is also made free. However, the freedom of man is rooted in the relationship between man (Abd) and God. The meaning of freedom within divine religions is associated with the concept of humanity (Abdit). The concept of 'Abdit' is very broad in Islam. If a man imagines that he is a servant of God, he must also demonstrate godly worship. The freedom of humanity that is talked about today is terrible, in which the relationship between man and God is not taken care of and Islam is blamed that Islam destroys human freedom. In the ideology of Islam, the freedom of human being is a sacred phenomenon. There is no inflation in this regard. Let man not sell his freedom to any other man. That is, do not enslave anyone other than God. Hazrat Ali ibn Abi Talib said: "O man, do not go into the custody of any other human being, for Allah has created you free.
Keywords: Islamic Concept, Freedom, materialism, servant of God, ideology of Islam.

انسان کی آزادیءاظہار پر بہت زیادہ گفت وشنید ہوتی ہے۔ جس کا بنیادی مفہوم یہی ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا لیکن اس سوال پر بہت زیادہ مختلف آراء موجود ہیں کہ کیاانسان کی آزادی میں کسی طرح کی قیود وشروط کی اجازت ہے یا نہیں ہے؟ کیامذہب انسان کو آزادی دیتا ہے یا نہیں ؟ تحقیق ھذاان سوالوں کو مد نظر رکھ کر بحث کرتی ہے۔

الہامی تعلیمات کے مطابق انسان آزاد پیدا کیا گیاہے۔البتہ انسان کی آزادی عبداور معبود کے رشتے میں جڑی ہوئی ہے۔الہامی مذاہب کے اندر آزادی کا مفہوم عبدیت کے تصور کے ساتھ جڑاہواہے۔اسلام میں عبدیت کا تصور بہت وسیع ہے۔ایک انسان اگر یہ تصور کرلیتاہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے تواسے خدا کی بندگی کا مظاہرہ بھی کرناچاہیے۔آج انسانیت کی جس آزادی کی بات کی جاتی ہے،وہ بھیانک ہے، جس میں عبداور معبود کے رشتے کالحاظ نہیں رکھاجاتاہے اور اسلام پر الزام تراشیاں کی جاتی ہیں کہ اسلام انسانی آزادی کو سلب کر دیتاہے۔اسلام کانقطہ نظر بہت واضح

* Associate Professor/ Director Institute of Islamic Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur.
Email: sajjad.ali@salu.edu.pk
** Associate Professor/ Chairman, Department of Media and Communication Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur.
Email: mujeeb.abro@salu.edu.pk
*** Research Scholar, Department of Urdu, University of Karachi.
Email: medhatastori@gmail.com

ہے۔اسلام کے نظریے میں حریت انسانی ایک مقدس امر ہے۔اس سلسلے میں کوئی افراط و تفریط نہیں ہے۔انسان اپنی آزادی کو کسی اور انسان کے ہاتھوں فروخت نہ کرے۔یعنی خدا کے علاوہ کسی کی غلامی اختیار نہ کرے۔حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے۔"لا تکن عبدا غیر ک وقد جعلک اللہ حرا"[1] اے انسان تو کسی اور انسان کی عبدیت میں مت جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے۔ "

آج دنیا میں انسان کی آزادی پر بہت زیادہ بحثیں چل پڑی ہیں۔حریت انسانی کے سلسلے میں اسلام کے نظریہ پر بہت زیادہ تنقید کی جارہی ہے، اور متعدد اعتراضات پیش کئے جارہے ہیں۔ان تمام اعتراضات میں سب سے بڑا اور قوی اعتراض بعض لوگوں کی طرف سے یہ ہے کہ اسلامی احکام حریت انسانی میں رکاوٹ ہیں۔یہ اعتراض در حقیقت اسلامی احکام بالخصوص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت سے ناواقفیت کا مظہر ہے۔اسلامی احکام انسانی آزادی کو سلب کرنے کے لئے نہیں بلکہ انسانی سعادت کے لئے ہیں۔نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ تمام اسلامی احکام انسان کی سعادت اور فضیلت کے لئے ہیں، نا کہ حریت انسانی کو ختم کرنے لئے ہیں۔اسی لئے حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے- و ما أعمال البر كلها و الجهاد فی سبیل الله عند الأمر بالمعروف و النهی عن المنكر الا كنفثة فی بحر لجی"[2]"تمام اچھے اعمال اور جہاد فی سبیل اللہ کی حیثیت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے ایک چلو پانی کی حیثیت بحر بے کران کے مقابلے میں ہوتی ہے"

لہٰذا مذاہب ثلاثہ (یہودیت، عیسائیت اور اسلام) کے ماننے والوں کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ کیا الہامی احکامات کی پاسداری حریت انسانی میں رکاوٹ ہے؟اگر ایسا ہوتا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل تمام انبیاء علیہم السلام بالخصوص اولی العزم انبیاء حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ نہیں کرتے۔پس الہامی تعلیمات حریت انسانی میں رکاوٹ نہیں بلکہ یہ عظمت انسانی کی ضامن ہیں۔

آج کے زندہ موضوعات میں سے ایک اہم موضوع "آزادی اظہار رائے" یعنی Freedom of Expression ہے۔شاتم رسول سلمان رشدی کے شان رسالت میں گستاخانہ تحریرات اور گزشتہ سالوں میں بعض یورپی ممالک میں پیغمبر خدا ﷺ کے بارے میں گستاخانہ کارٹونز کی اشاعت کے بعد اس موضوع کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔الہامی تعلیمات کے مطابق انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔البتہ عبد اور معبود کے رشتے کا خیال رکھنا، انسان کے لئے ضروری ہے۔یہ ایک الگ بحث ہے کہ کیا انسان احکام خداوندی کا جبری پابند ہے یا اختیاری۔ البتہ الہامی تعلیمات میں انسان کو اپنے عقیدے اور نظریات کے اظہار کی اجازت دے دی گئی ہے۔اسلام انسان کی ہر طرح کی آزادی کا قائل مذہب ہے۔البتہ اس کے لیے کچھ قیود اور شرائط بھی بیان کرتا ہے، جن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ آزادی کے نام پر کسی اور کی آزادی سلب نہ ہو جائے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام انسان کو تنقیدی رویوں سے روکتا ہے۔یہ حقیقت نہیں ہے۔اسلام انسان کو تنقید کی پوری اجازت دیتا ہے۔البتہ تنقید اور تحقیق کو جواز بناتے ہوئے توہین کی اجازت نہیں دیتا۔لہٰذا عقائد اور مقدسات پر تحقیق کی بنیاد پر اعتراض کرنے کا حق تو حاصل ہے، البتہ توہین کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔کوئی بھی شخص آزادی اظہار رائے کے نام پر مقدسات اور اور عقائد کی توہین کرے تو یہ عمل آزادی اظہار کے برعکس ہوگا۔سلمان رشدی نے تحقیق کی بنیاد پر نہیں بلکہ ناول The Satanic Verses کے

ذریعے مسلمانوں کی مقدس شخصیات کی انتہائی غلیظ انداز میں توہین کی تھی۔ سلمان رشدی خود کو مسلمان کہتا ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کے فقہاء کی اکثریت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دین کی توہین عمداً کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ اور ایسا مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت اللہ روح اللہ خمینی نے اسے واجب القتل قرار دیا تھا۔ سلمان رشدی کی طرح یورپین ممالک میں جس طرح حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی گئیں ہیں۔ یہ سب مظاہرے تہذیبوں میں ٹکراؤ اور انسانیت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مذاہب کے نزدیک ہر انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ ملکی قوانین ہوں، عالمی قوانین یا معاشرتی آداب ہوں۔ سب میں ہر انسان کے شخصی حقوق کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ شخصی آزادی کو سلب کرنے والے قوانین نہ صرف الہامی قوانین بلکہ موجودہ بین الا قوامین قوانین کے بھی متضاد قرار پاتے ہیں۔ ہر حال میں ملکی قوانین ہوں یا معاشرتی اقدار سب میں ہر انسان کی شخصی اور مذہبی نظریات کو تحفظ حاصل ہونا چاہئے۔ البتہ قوانین ملکیہ اور مفاد عامہ کے خلاف کوئی انسان اپنی آزادی کا غلط استعمال نہ کرے اور نہ ہی ملکی قوانین ایسے ہونے چاہئیں، جن میں شخصی آزادی سلب ہو جائے۔ بالخصوص کسی بھی مملکت کے اندر رہنے والے ہر شخص کو اپنے مذہبی اصول کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہونا چاہئے۔ دنیا میں جتنے بھی قوانین ملکیہ ہیں۔ چاہے ان کی نظریاتی بنیاد کچھ بھی ہو، سب میں ہر شخص کو مذہبی و شخصی آزادی حاصل ہے لیکن بدقسمتی سے بعض ممالک میں ایسے قوانین وضع کیے جا رہے ہیں جو انسانی حقوق کے سراسر خلاف ہیں۔ حالیہ دنوں میں فرانس میں مسلمان خواتین پر پردے کی پابندی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یورپ کی اکثر آبادی عیسائیت سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن یورپی حکمرانوں نے مذہب عیسائیت کے اصل عقائد اور نظریات کے برخلاف مادر پدر آزادی کے ایسے نظام ہائے زندگی کو معاشرہ میں رائج کیا ہے۔ جس کی اجازت مذہب عیسائیت نہیں دیتا ہے۔ ایک طرف آزادی اظہار اور حقوق انسانی کی بات کی جاتی ہے تو دوسری طرف سے حالیہ دنوں میں کچھ ایسے اقدامات اٹھائے گئے ہیں جو سراسر انسانی حقوق اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے خلاف ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے، جس میں شخصی آزادی سے انکار کیا جاتا ہو۔ سیکولر فکر میں اس چیز کا خیال سب سے زیادہ رکھا جاتا ہے کہ کسی طرح انسان کا شخصی حق تلف نہ ہو جائے۔ لیکن فرانس میں پردے پر پابندی کو کیا کہا جائے گا۔ جس طرح دیگر مذاہب کے اپنے تشخص کے امتیازات ہیں۔ جیسے بدھ مذہب میں پگڑی، عیسائیت میں سلیب کا نشان، یہودیت میں ٹوپی اور داڑھی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح مسلمان خواتین میں حجاب اور مردوں میں داڑھی، ان کے مذہبی امتیازات ہیں۔ لہٰذا یہ پابندی جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، وہیں تہذیبوں کے درمیان ٹکراؤ کا سبب بھی بن رہی ہے۔ فرانس میں پردے کی پابندی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ عیسائیت یا یہودیت کی کارستانی ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ عیسائیت اور یہودیت کو بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا چاہئے۔ علاوہ ازیں یورپین ممالک میں 11/9 کے بعد مسلمانوں کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ اس سے مسلمان ممالک میں یورپین ممالک سے نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پردے پر پابندی مسلمانوں کے لئے یقیناً ایک مذہبی مسئلہ ہو سکتا ہے لیکن دوسری طرف یہ ایک شخصی اور سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ بظاہر ایک سیکولر اسٹیٹ میں اس طرح کی پابندی خود سیکولر فکر کے بھی خلاف ہے۔ بعض لوگ اسلام کے بارے میں اس طرح کا الزام لگاتے ہیں کہ اسلام شخصی آزادی پر پابندی لگاتا ہے حالانکہ ایسا

ہر گز نہیں۔ اسلام عبد و معبود کے نظریے کے اندر شخصی آزادی کا قائل ہے۔ یہاں تک کہ عبد و معبود کے مسئلے میں بھی جبر و اکراہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام کا بنیادی نظریہ یہی ہے کہ نظریاتی موضوعات میں زبردستی نہ کی جائے۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت اس حوالے سے ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ ہجرت مدینہ کے پہلے ہی سال آپ ﷺ نے دیگر مذاہب (جس میں ایک تحقیق کے مطابق پانچ مذاہب شامل تھی) بالخصوص یہودیوں سے ایک معاہدہ کیا جو ''میثاق مدینہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ معاہدہ بقائے باہمی (Co-Existence) کی اعلیٰ مثال ہے کیونکہ اس میں ایک شق یہ تھی کہ جو اس معاہدے پر دستخط کرے گا وہ یہاں (مدینہ) ایک قوم کی مانند رہے گا نیز ہر فریق اپنے عقائد کے مطابق رسومات انجام دینے پر آزاد ہو گا۔

اس معاہدہ کے بعد مدینہ میں ایک مستقل حکومت قائم ہوئی۔ ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے اللہ کے رسول ﷺ حاکم مدینہ قرار پائے تھے، وہیں پر آپ ﷺ کی قیادت میں دیگر مذاہب کو پوری آزادی بھی دی گئی تھی۔ اختلافی نکات میں رسول اکرم ﷺ کو حکم تسلیم کیا گیا تھا۔ اس میثاق سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ریاست کے اندر رہنے والے تمام لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا جائے اور اختلافی نکات کو مکالمہ کے ذریعے حل کیا جائے۔ اسلامی نقطہ نظر میں ریاست کے اندر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے خلاف اقدامات کرے اور یہ حق خود ریاست کو بھی حاصل نہیں ہوتا ہے کہ رعایا کے مذہبی حق کو سلب کرے۔ اسلام کا یہی مفہوم مذہبی آزادی ہے: لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم [3]

"زبردستی نہیں دین کے معاملے میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لادے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔"[4]

عقیدہ اور مذہب کو اختیار کرنے کے حوالے سے جبر و اکراہ تمام الہامی مذاہب کی روح کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً سو سے زیادہ آیات ایسی ہیں، جن کے مطابق انسان اعتقاد میں آزاد ہے۔ اس حوالے سے سب سے مشہور آیت یہی ہے جس کے شان نزول میں بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ " مدینے میں ایک شخص حصین نامی تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے، ایک عیسائی تاجر کی تبلیغ کی وجہ سے ان دونوں مسلمان لڑکوں نے عیسائی مذہب کو قبول کیا، جس پر ان کے والد نے ان پر جبر کیا کیونکہ ان کا والد چاہتا تھا کہ ان کے بیٹے اسلام پر واپس آجائیں، والد کے جبر و اکراہ پر یہ دونوں لڑکے پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس شکایت لے کر آئے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[5] اس آیت سے ملتی جلتی ایک اور آیت جو اس مفہوم کو اجاگر کرتی ہے، وہ یہ ہے: وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا أعتدنا للظالمین نارا أحاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔[6] صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔ ہم نے (انکار کرنے والے) ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں، اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ

جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔ کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہوگی۔"[7]

اسلام آزادیء عقیدے کا قائل ہے۔ اس لئے دین قبول کرنے کے لئے کسی بھی قسم کے جبر واکراہ کو غلط سمجھتا ہے۔ انسان کے عقیدے کو جبر واکراہ سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اسلام نے لوگوں کو حریت فکر بخشی اور ہر قسم کے فکری اضطراب کو ختم کردیا، اس لئے بلا کسی جھجک وخوف کے اسلام یا کسی بھی آسمانی مذہب کو قبول کر سکتے ہیں۔ یقینا مذاہب ثلاثہ کے اصلی متون دینیہ میں جبر واکراہ کے ذریعے فکر انسانی کی تبدیلی کا حکم نہیں موجود ہے۔ لیکن ان تینوں مذاہب کے ماننے والے حکمران اور بعض دینی افراد ایسے گزرے ہیں کہ جو انسانیت کو بالجبر دین کی طرف بلانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ بعض مسلم حکمرانوں کی ملک گیری کے اقدامات اور بالجبر انسانوں کے عقیدے تبدیل کرانے کے واقعات یقینا تاریخ میں موجود ہیں۔ حالانکہ اسلام کے منابع دینیہ سے ان واقعات کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔ اور جو مسلمان دانشور ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ درپردہ تاریخ کے ان واقعات سے نظریاتی یا مسلکی وابستگی کے حامل ہونے کی بناء پر ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ جہاں گیری اور وسعت گیری کے لئے اگر مسلمان حکمرانوں نے دیگر اقوام اور مذاہب پر ظلم وستم کی ہے تو اسے کسی بھی صورت میں اسلامی نقطہ نظر نہ سمجھا جائے کیونکہ اسلام پوری کائنات کے سماج اور انسانوں کی فلاح کی بات کرتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے یہودیت اور عیسائیت کی طرح مسلمان اور دیگر اقوام کے خلاف متعدد جنگیں تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔ مذہب عیسائیت انہیں Holy or Crusades wars یعنی صلیبی جنگوں کا نام دیتا ہے۔ ان جنگوں میں جس طرح سے ظلم وستم کیا گیا ہے، اس کی ایک مثال مشہور مورخ جرجی زیدان یوں پیش کرتے ہیں "اسپین پر عیسائی قبضے کے بعد مسلمانوں کو یہودیوں اور بدکاروں کی طرح اپنے ساتھ نشانی رکھنے پر مجبور کیا گیا تاکہ اس نشانی کے ذریعے سے یہ معلوم کیا جاسکے یہ مسلمان ہے اور پھر آخر میں مسلمانوں کو موت یا عیسائیت قبول کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔"[8]

جبکہ دوسری طرف صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی طرف عیسائیت کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا ہے، اس کی ایک جھلک مشہور یورپی مورخ سٹینلے لین پول کی کتاب "Saladin" سے یوں عیاں ہوتی ہے۔ "صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی قتل وغارت گری میں فلپ اور رچرڈ سرفہرست تھے مگر جب رچرڈ بیمار ہوا تو سلطان (صلاح الدین ایوبی) نے خود جاکر اس کا علاج کیا کیونکہ سلطان ایک بہت اچھے طبیب بھی تھے۔[9]

انسانی افکار میں پابندی کا شاخسانہ بھی چرچ کے سر جاتا ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ سیکولر فکر کی اختراع عیسائی دانشور کے چرچ سے بغاوت کے طور پر سامنے آئی ہے۔ لہذا اس بات کو درک کرنے کی ضرورت ہے کہ انسانی وحدت کے لئے سیکولر اور لبرل بننے کی ضرورت نہیں بلکہ انتہاپسندی کو ترک کرتے ہوئے تمام مذاہب ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کے ساتھ پیش آجائیں تو یقینا انسانی وحدت کے لئے راہیں ہموار ہوسکتی ہیں۔ دینی تکثیریت (Religious pluralism) کا اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ تمام مذاہب کے ماننے والے اپنے اپنے عقائد اور نظریات میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے نظریات کا خیال رکھیں اور انسانی اقدار کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعلقات استوار

کریں اور مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کا مظاہرہ کریں تو اس کو دینی پلورالیزم کا نام دینے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

بہر حال باہمی بقائے امن اور انسانیت کو امن و سکون و آشتی کی طرف لے جانے کی خاطر اہل کتاب (یہودیت، عیسائیت، اسلام) کو آپس میں الہامی تعلیمات کے حوالے سے مکالمہ اور بات چیت کرنا پڑے گا اور الہامی تعلیمات کے عنوان سے جو اشتراکات اور مماثلات ہیں اس کو اجاگر کرنا پڑے گا تاکہ انسانیت کو الہامی تعلیمات کے بنیادی اصول کی طرف پلٹایا جاسکے۔ جس کی طرف قرآن مجید نے بھی ہدایت کی ہے۔

ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔[10]

جو ایمان لائے ہیں، (مسلمان) اور یہودی، نصاریٰ اور صائبین (حضرت یحیٰ، حضرت نوح یا حضرت ابراہیم کے پیروکار) جو بھی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے ان کی جزا و اجر ان کے پروردگار کے ہاں مسلم ہے اور ان کے لئے کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہے اور ہر دین کے پیروکار جو اپنے عہد میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے ہیں ان کے لئے اجر ہے۔"

قرآن کی روح سے اہل کتاب کو تین بنیادی اقدامات کرنے ہوں گے۔ ایمانیات کی اصلاح، عمل صالح اور انسانیت سے پیار۔ جب تک اہل کتاب بنیادی الہامی تعلیمات کی طرف رجوع نہیں کریں گے اس وقت تک ان کی بحیثیت الہامی مذہب قدر و قیمت برقرار نہیں رہے گی۔ قل يا أهل الكتاب لستم على شيء حتى تقيموا التوراة والانجيل وما أنزل اليكم من ربكم [11] کہیے کہ اے اہل کتاب! تمہاری اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک تم تورات، انجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اسے قائم اور برقرار نہ رکھو"[12] بہر حال انسانیت کی قدر و قیمت صرف اس وقت شمار ہوگی جب انسانیت الہامی تعلیمات کے مطابق عمل کرے۔

بلا تفریق الہامی تعلیمات کے مطابق معاشرے کو نیک اور صالح بنایا ئے۔ ہر طرح کی دہشت گردی اور قتل و غارت گردی سے دوری اختیار کی جائے۔ یہودیت صہیونیت سے، عیسائیت امریکہ اور اس کے حواریین کی جارحیت سے اور مسلمان مذہبی انتہا پسندوں سے برائت اختیار کریں۔ جب تک یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے علمبردار ایسا نہیں کرتے ہیں تب تک عالمی امن قائم ہونا ممکن نہیں ہوگا اور انسانیت بقائے باہمی و امن کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکے گی۔

یہاں پر ایک انتہائی اہم اور باریک نقطہ ہے جو دینی پلورالیزم کی فکر جدید کو ظاہرا ثابت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب قرآن مجید نے خود ہی کہا کہ متعدد مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت، صابئت وغیرہ) اپنے مذاہب میں رہتے ہوئے اعمال نیک بجالائیں گے تو ان کے لئے نجات ہے۔ جس سے یہ بات ظاہرا ثابت ہو جاتی ہے کہ دین ایک ہی نہیں ہے بلکہ متعدد ادیان ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے پاس ایک دین کا ہونا ثابت نہیں ہے۔ دینی پلورالیزم کے حاملین کا قرآنی آیت کے مطابق "اللہ کے پاس ایک دین" ہونے سے مراد دین اسلام جس کی تعبیر مسلمان مفسرین اور علماء پیش کرتے ہیں نہیں ہے بلکہ ہر الہامی دین بالخصوص مذکورہ بالا مذاہب سب دین "ان الدین عند اللہ الاسلام" کے مصداق ہیں۔ اس پیچیدہ مسئلہ پر سمجھنے کیلئے مفہوم دین اور مصداق دین کا ادراک لازمی ہے۔

دین عربی زبان کا لفظ ہے۔ دین کا معنی ہے "جزاء، پاداش، حکم کی اطاعت اور پیروی" مذہبی اصطلاح میں دین عبارت ہے ان عقائد، قوانین اور آداب سے جن کے ذریعے انسان دنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ نیز انفرادی و اجتماعی اور اخلاقی و تربیتی لحاظ سے صحیح راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اسلام "تسلیم" کے معنی میں ہے اور یہاں مراد خدا کے سامنے تسلیم ہونا ہے۔"[13]

دین کے لئے مذہب کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ مذہب اس طور طریقے کو کہتے ہیں جس پر انسان عمل پیرا ہو کر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ دین الٰہی تعلیمات کا نام ہے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے جو طور طریقے اختیار کئے جاتے ہیں انہیں مذہب کہا جاتا ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ دین الٰہی تعلیمات کو کہتے ہیں تو انسان خود کبھی بھی دین کو اختراع نہیں کر سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے: من بدل دینہ فاقتلوہ[14]۔ جو اپنے دین میں تغییر و تبدل لائے (خود ساختہ تعلیمات اختراع کرے) ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین الہامی تعلیمات کا نام ہے اس لئے خود ساختہ تعلیمات کو دین کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔

مذہب و دین کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ہزاروں مذاہب دنیا میں بنے اور ختم ہوئے اور آج بھی ہزاروں مذاہب دنیا میں اپنا وجود رکھتے ہیں۔ لیکن ایک بنیادی سوال جو ہر دور میں رہا ہے اور آج بھی یہ سوال جواب طلب ہے کہ کیا انسان مذہب کا محتاج ہے یا نہیں ہے؟ کیا مذہب انسانی ارتقاء کے لئے ناگزیر ہے؟

مذہب کے وجود سے انکار کرنے والوں کی طرف سے مذہب کے خلاف بہت سارے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ آج دنیا میں انسانیت کے درمیان جو ٹکراؤ ہے اس کی اہم وجہ مذہب ہے۔ مذہب ہی کی وجہ سے انسانیت تقسیم بندی کا شکار ہو جاتی ہے۔ یقیناً انسانیت کے درمیان ٹکراؤ میں ایک وجہ مذہب بھی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ قتل انسانی کی اہم وجہ مذہب ہے یہ بات بالکل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک تحقیق کے مطابق پوری انسانی تاریخ میں مذہب کے نام پر ہونے والے قتل سے صرف جنگ اول و دوم میں قتل زیادہ ہوئے ہیں۔ دین و مذہب کی مخالفت ہمیشہ رہی ہے اور آج بھی ہے۔ "سب سے پہلے یورپ کی علمی تاریخ (رنسانس) کے زمانہ سے جب علمی اور سیاسی معاشرہ گرجا گھر کی حکومت کے دباؤ سے آزاد ہوا تو اس وقت اس قدر دین کے خلاف پروپیگنڈہ ہوا جس سے الحادی نظریہ یورپ میں وجود میں آیا ہے۔ کمیونسٹوں نے مذہب کو مٹانے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی اور تمام تر تبلیغات، وسائل اور فلسفی نظریات کو لے کر میدان میں آئے اور اس پر وپیگنڈہ کی بھرپور کوشش کی کہ مذہب معاشرہ کے لئے افیون ہے۔"[15]

بہر حال دین کی نفی کرنا در حقیقت Godless معاشرہ کا قیام ہے اور ایسا معاشرہ کا قیام ناممکنات میں سے ہے اس لئے کہ دین انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسلام کو دین فطرت قرار دیا ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں جارہے کہ دین اور فطرت میں کیا فرق ہے اور فطرت کو دین کا نام کیوں دیا گیا ہے۔ اس حد تک بات واضح ہے کہ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ دنیا کے دانشور اور فلاسفرز کا یہی کہنا ہے کہ انسان مذہب کے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نہ کسی مذہب کا پیرو کار رہتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے

واضح ہو جاتا ہے کہ دین و مذہب کی شدید مخالفت کے باوجود مذہب کا وجود ہمیشہ باقی رہا یہاں تک ان معاشروں میں بھی دین کی بازگشت رہی جو مذہب کو دنیا وی ارتقاء میں رکاوٹ تصور کرتے تھے۔

جس طرح مذہب کے وجود انکار کرنا ممکن نہیں اسی طرح مذاہب کے کثرت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ مذاہب کی تعداد اور ان کے خواص میں اختلافی ابحاث موجود ہیں۔ لیکن مذہب کے مفہوم اور مصداق میں اختلاف موجود نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی معاشرہ نے اپنی روحانی زندگی کی تشفی کے لئے کسی طرح کے نظریات کو عملی جامہ پہنائے اور متعدد لوگ ان نظریات کے پیروکار ہوں تو اس کو مذہب کا نام دینے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن مذہب کے مقابلے میں دین کے مفہوم اور مصداق میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کو بقائے باہمی کے ساتھ رہنے اور اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی اجازت ہے۔ قرآن وسنت میں اس سلسلے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ اسلامی فکر کے مطابق اہل کتاب کا کسی کافر سے اتحاد دینی و مذہبی ہونا محال ہے لیکن بقائے باہمی کافر کے ساتھ ممکن ہے جس کی طرف قرآن مجید نے سورہ کافرون میں واضح راہنمائی فرمائی ہے۔

قل يا أيها الكافرون (١) لا أعبد ما تعبدون (٢) ولا أنتم عابدون ما أعبد (٣) ولا أنا عابد ما عبدتم (٤) ولا أنتم عابدون ما أعبد (٥) لكم دينكم ولي دين -[16]

قرآن میں دین کا لفظ جمع میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس کا یہی مفہوم لیا جاتا ہے کہ حقیقی اور الہامی دین ایک ہے اور زیادہ ادیان ہوتے تو ''ادیان'' کا لفظ بھی قرآن میں استعمال ہوتا۔ ان تمام آیات کا تجزیہ کیا جائے جہاں لفظ دین استعمال ہوا ہے تو اس سے ظاہر ہوگا کہ دین عرفی مفہوم میں اسلام کے علاوہ مذاہب کے بارے میں بھی استعمال ہوا ہے۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ اس آیت میں ایک ہی وقت میں دو ادیان کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے ایک وقت میں کئی ادیان کا ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک تعلق اس آیت کا ہے کہ اللہ کے پاس دین اسلام ہی ہے۔ اس آیت کے دو مفاہیم ہیں۔ ایک مفہوم عام ہے اور دوسرا مفہوم خاص۔ دین اللہ کے پاس اسلام ہی ہے کہ عمومی مفہوم کو اکثر علمائے اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن سیاق وسباق سے اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس مفہوم سے انکار کرنا بھی آسان نہیں ہوگا۔

نتائج

ادیان عالم میں سے اللہ تعالیٰ کے پاس دین صرف اسلام ہے۔ لیکن اسلام سے مراد کوئی مخصوص مذہب نہیں ہے بلکہ وہ تمام الہامی تعلیمات ہیں جو امن وسلامتی پر مبنی ہیں جو انسانیت کو نجات دینے کا باعث ہیں لہذا اس کا مصداق صرف اسلام (اصطلاحی) نہیں بلکہ تمام الہامی مذاہب ہیں اور الہامی تعلیمات چاہے ان کا تعلق کسی بھی زمانہ سے ہو۔ کیونکہ تمام الہامی تعلیمات کا ایک ہی تقاضا ہے کہ انسانیت الہامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں امن وآشتی قائم کرے اور آخرت میں نجات بعد الممات کا مصداق بن سکے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء اسی لئے مبعوث ہوئے کہ انسانیت کو امن و آشتی کی طرف لا سکیں اور دنیا و آخرت میں نجات و فلاح کے راستے سے آشنا کرا سکیں۔ اسی مفہوم میں تمام الہامی مذاہب کو ''اسلام'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اکثر مسلم محققین اس بات پر متفق ہیں کہ تمام انبیاء نے دین اسلام ہی کی دعوت دی ہے۔ اس معنی میں تمام انبیاء علیہم السلام مسلمان ہیں۔ اسی مفہوم میں قرآن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلمان کی اصطلاح سے یاد کیا ہے۔

حوالہ جات

1 ری شہری، میزان الحکمۃ، ج ۲، باب الحریہ، المکتبۃ الشاملۃ، (CD)

1. Re Shehri, Meezan ul Hikmah, V2, Bab ul Hurrah, Almaktaba tul Shamila, (Cd)

2 ابن ابی الحدید، عبدالحمید، ابُو حامد، عزالدین، تحقیق: محمد ابُوالفضل ابراہیم، شرح نہج البلاغۃ، بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ، ج ۱۹، ص ۳۰۹،

2. Ibn Abil Hadid, Abdul Hameed, Abu Hamid, Ezaddin, Researched by Muhammad Abul Fazal Ibrahim, Commentary of Nehjul Balaqha, Beirut: Darul Ahya Alkitab ul Arabia, V19, P302

3 القرآن: ۲/۲۵۶

3. Al-Quran: 2/256

4 عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف، طبع جدید اپریل 2008، ج 1، ص 615

4. Usmani, Mufthi, Shafi, Maarif ul Quran, Karachi: Idaratul Maarif, New Publication April 2008, V 1, P615

5 شیرازی، ناصر مکارم، ۱۱۰ سوال و جواب، مترجم اقبال حیدر، قم: مجمع جہانی اہل بیت، ج ۱، ص ۶۰۱

5. Shirazi, Nasir Makarim, 110 Sawal wa Jawab, Tran; Iqbal Haider, Qum: Majmah ul Jehani, Alul Baith, V1, P601

6 القرآن: ۸/۲۹

6. Al-Quran: 8/29

7 معارف القرآن، ج 5، ص 585

7. Maarif ul Quran, V 5, P 585

8 لاری، سید مجتبی موسوی، مغربی تمدن کی ایک جھلک، مترجم روشن علی، دہلی: منصبیہ عربک کالج میرٹھ، تاریخ ندارد، ص ۲۲۷،

8. Lari, Syed Mujtaba Mosavi, Maghrabi Tamddun ki aik Jalak, Tran; Roshan Ali, Dehli: Mansibia Arabic College Meraht, P227

9 The Flame of Islam, The Last Crusades، ہیرلڈیم، مترجم پروفیسر محمد یوسف عباسی، جہلم، بک کارنر شوروم، سن اشاعت ندارد، ص مقدماتی ابحاث

9. The Flame of Islam, The Last Crusades, Herlidiam, Tran; Prof Muhammad Yousuf Abasi, Jehlum: Book Corner Show Room, Prefix

10 القرآن: ۲/۶۲

10. Al-Quran: 2/62

11 القرآن: ۵/۶۸

11. Al-Quran: 5/68

[12] معارف القرآن، ج3، ص195,196

12. Maarif ul Quran, V 1, P615

[13] شیرازی، تفسیر نمونہ ج ۲، ص ۶۸

13. Sherazi, Tafseer Namona, V2, P68

[14]- صحیح البخاری/الجہاد 149 (3017)، المرتدین 2 (6922)، سنن الترمذی/الحدود 25 (1458)، سنن النسائی/المحاربۃ 11 (4064)، سنن ابن ماجہ/الحدود 2(2535)، (تحفۃ الأشراف: 5987)، وقد أخرجہ: مسند احمد (1/282۔[14]

[15] شیرازی، ۱۱۰ سوال وجواب، ص ۴۶

14. Sherazi, 110 Sawal wa Jawab, P46

[16] القرآن: سورہ کافرون مکمل

15. Al-Quran: Surah Alkafroon (Complete)